رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

ظلمتیں کافور ہو جائینگی اک دن دیکھنا | عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً | ہیں ابھی اک نورانی چہرے کے پرستاروں میں ہم

الفضل

"خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کیلئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جاویں تو انکی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے" (چشمہ معرفت ۳۱۷)

مضامین بنام ایڈیٹر اور باقی تمام خط و کتابت بنام منیجر الفضل قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ پیشگی چھ روپے

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہ مسیح موعود ہے (حقیقۃ الوحی ۶۵)

جلد ۲ | مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۱۴ء مطابق ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ | نمبر ۴۳

مدینۃ المسیح

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت علیل ہے اسی وجہ سے ۲۲ تاریخ درس قرآن شریف نہیں ہو سکا۔

(۲) سب اہل بیت نبوی خیر و عافیت سے ہیں۔

(۳) خاندان حضرت خلیفۃ اول بھی خیریت سے ہے۔

(۴) دونوں سکولوں میں پڑھائی باقاعدہ ہو رہی ہے صبح کے وقت سکول لگنے سے پہلے لڑکے کھیلیں بھی کھیلتے ہیں۔ ہال کی دیواریں چھت تک پہونچ گئی ہیں۔ امید کہ دسمبر تک ہال کی چھت تیار ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

(۵) مبلغین کی ہر دو جماعتوں کی پڑھائی عمدگی سے ہو رہی ہے۔ شیخ عبدالرب صاحب تبلیغ کے لئے باہر گئے ہیں

(۶) آمد مہمانان۔ منشی احمد الدین صاحب لاہور۔ میرزا محمد بیگ صاحب پٹیالہ۔ برکت علی خانصاحب رنگون۔ محمد حیدر خان صاحب

تازہ خبریں

جرمنی صلح کو تیار ہے (لندن ۱۹ ستمبر) پریسیڈنٹ ولسن صلح کرنے کی کوشش سے دست برداری اختیار کر لی ہے تا وقتیکہ متخاصمین میں سے کوئی پیشقدمی نہ کرے۔ جرمن سفیر نے واشنگٹن میں آج بیان کیا۔ جرمنی جنگ سے دستکش ہونے اور صلح کرنے کو اس شرط پر تیار ہے کہ جرمنی کا علاقہ یورپ میں تقسیم نہ کیا جائے۔

(لندن۔ ۲۰ ستمبر) ٹائمز کو نیویارک سے خبر ملی ہے کہ نیویارک کا ایک اخبار نہایت معتبر وسیلہ سے بیان کرتا ہے کہ جرمنی صلح کی تجاویز پر خوشی خوشی غور کرنے کو آمادہ ہے مگر انگلستان نہیں مانتا جب تک برطانیہ اخیر وقت تک لڑائی کرنے کا خواہاں ہے۔ جرمنی لڑائی بند نہیں کر سکتی جرمنی اس وقت لڑائی بند کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ یورپ میں اس کا علاقہ سلامت چھوڑ دیا جائے دیگر سلطنتیں اسے آئندہ اپنی حالت پر چھوڑ دیں اس سے مراد یہ ہے کہ جنگ جاری رکھنے کا الزام جرمنی برطانیہ کے سر تھوپنا چاہتی ہے۔

پرنس آف ویلز کی میدان کارزار کو جانے کی خواہش

پرنس آف ویلز بہادر لارڈ کچنر کے پاس گئے اور میدان کارزار کو جانے کی خواہش کی۔ لارڈ کچنر نے بارگاہ قیصری میں گذارش کی کہ ولیعہد بہادر کا اس موقع پر میدان جنگ کو جانا خلاف مصلحت ہے۔

حالت بدستور ہے

(لندن ۱۸ ستمبر) کل گیارہ بجے دن پیرس میں جنگ ایمن کے متعلق ایک سرکاری مراسلت شائع ہوئی ہے جسمیں حالت کو بدستور ظاہر کیا گیا ہے۔

جرمن ہوائی بیڑہ بیکار۔ پٹرول کے ختم ہو جانے کی وجہ سے

جرمن ہوائی جہاز اب میدان جنگ میں بیکار ہو گئے ہیں۔ آغاز محاربہ سے اب تک ۵۰ لاکھ پونڈ کا جہازی سمندر میں ڈوب چکی ہے۔

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پروپرائٹر و ہیڈ منیجر کے اہتمام سے شائع ہوا)

ایمڈن کی دلیرانہ شرارت کا سلسلہ ابھی جاری ہے

رنگون ۱۹-ستمبر- انگریزی تجارتی جہاز ہاتھی سن کو بھی ایمڈن نے فالس پائنٹ کے متصل بروز پیر ۱۴-ستمبر غرق کر دیا ہے ہوگلی میں جہازوں کی راہنمائی کرنیوالے جہاز کی آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا تھا مگر عملہ کو بچا کر اپنے ہمراہی کوئلہ بردار جرمن جہاز مارکومانیا پر سوار کر دیا۔ اور پھر دونوں رنگون کے رُخ چل پڑے۔ ۱۵ کی شام کو انہیں ناروے کا ایک جہاز راس نیل سے ۳۰-۴۰ میل پرے ملا تو اسے روک کر ہاتھی سن کا عملہ اسپر سوار کر دیا۔ اور یہ ناروین جہاز انہیں رنگون لے آیا ہاتھی سن کولمبو کو جا رہا تھا۔ اسکے کپتان مسٹر ہنس کا بیان ہے کہ ایمڈن کا کپتان ہوگلی کے رہنما جہاز کو بھی غرق کرنا چاہتا تھا مگر پھر اس ارادہ سے باز آگیا۔ ماخوذ عملہ کے تمام آدمیوں سے جرمنوں کا سلوک نہایت شریفانہ رہا۔ ہاتھی سن پر ۷۵ ایشیائی اور ۱۴ یورپین ملازم تھے۔ ان سے کوئلہ اٹھوانے کا کام لیا گیا مگر ساتھ ہی نصف ڈالر (۱ عہ) یومیہ کی شرح سے انکی اجرت کا حساب کر کے جرمن ایجنٹ مقیم رنگون کے نام رقعہ لکھ دیا گیا۔ ناروین جہاز کا نام ڈو ہے اور وہ صرف ایک سو ٹن وزن کا چھوٹا سا جہاز ہے جب ہاتھی سن کا عملہ اسپر سوار کرا دیا تو ایمڈن کے کپتان نے ناروین کپتان کو ان لوگوں کا کرایہ بھی ادا کر دینا چاہا۔ ڈور آج رنگون پہونچا۔ ایمڈن کی وجہ سے سردست رنگون سے جہازوں کی روانگی ملتوی ہوگئی ہے ۔

جرمنوں کا نقصان (لنڈن ۱۹ ستمبر) ۱۴ کی سہ پہر کو تمام میدان کارزار گرم ہوگیا۔ جرمن لشکر حملہ آوروں کے حملے دفع اور کمک کا انتظار کرتے رہے۔ ۱۵ کی رات کو جرمنوں نے دل سوزی سے متحدہ فوج کے بائیں لشکروں پر حملہ کیا برٹش اور فرانسیسی فوجوں نے غیرمعمولی بہادری سے جرمنوں کے خوفناک حملہ کے سیلاب کا مقابلہ کیا۔ جرمنوں نے دس مرتبہ کوشش کی کہ متحدہ سپاہ کے مرکز کو چیر کر پار ہو جاویں مگر سخت لگ اٹھائی یہ اس کی انتہائی اور آخری کوشش تھی جرمنوں نے اپنے سپاہیوں کے ہولناک نقصان کا کچھ لحاظ نہ کیا وہ مرتے مارتے بڑھتے ہوئے ہو مگر وہ متحدہ فوجوں کو پسپا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ۱۸ کو علی الصباح جنگ شروع ہوئی۔ غنیم دس کیلو میٹر پیچھے ہٹنے کو مجبور ہوا چند سو قیدی۔ کئی تیز چلنے والی توپیں چھوڑ گیا۔ اس سے ظاہر تھا کہ جرمنوں کا حوصلہ ٹوٹ گیا ۔

گنج شہیداں (لنڈن ۱۸ ستمبر) مارننگ پوسٹ کا نامہ نگار جو پٹروگریڈ میں ہے۔ گلیشیا میں آسٹریا و جرمنی کی مراجعت کا کچھ مرقع کھینچتا ہوا لکھتا ہے کہ ندیاں بعض مقامات میں لاشوں سے اسقدر بھر اور اٹ گئی ہیں کہ پانی کا راستہ بند ہوگیا اور وہ کناروں سے بہ نکلا۔ لاشوں کے انبار تدفین یا داغ دینو (جلانے) کے لئے پڑے ہیں سینکڑوں ایکڑ اراضی میں زخمی اور بے سوار گھوڑے سے ویران علاقہ میں آوارہ و سرگشتہ پھر رہے ہیں ۔

سب سے اہم لڑائی (لنڈن ۱۹ ستمبر) پیرس کے تار سے منکشف ہوتا ہے۔ کہ وہاں مبصرین کا اسبات پر اتفاق ہے کہ این کی لڑائی اس وقت تک کے معرکوں میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے یہ صرف گارد عقب ہی کی لڑائی نہیں بلکہ فرنچ سرزمین میں معرکہ آرائیوں کو ختم کرنے والی بڑی جنگ ہے۔ متحدہ افواج کی کامیابیاں ضرور آہستہ ہیں کیونکہ جرمن مورچے نہایت مضبوط ہیں۔ جرمن رسائل رسل و رسایل کو معرض خطر میں ڈالنے سے غالباً آخری کامیابی حاصل ہوگی ۔

خوفناک جنگ (لنڈن ۱۹ ستمبر) جو نامہ نگار معرکہ رزم کے قریب ہیں۔ ان کا بیان ہے سہ پہر دو تک جنگ نہایت خونریز تھی۔ جرمنوں کو شب خون میں ہمیشہ ناکامی ہوئی۔ سوئسونز اور ریمز کے نواح میں جنگ نہایت شدید تھی بالخصوص جہاں انگریزی لشکر متحدہ افواج کے ساتھ تھا۔ وہاں لڑائی کا زور اور بھی زیادہ تھا۔ بعض برٹش رجمنٹوں کا سخت نقصان ہوا تاہم وہ اپنا فرض استقلال سے انجام دیتی رہیں اور جرمنی کی بعض آگے کے مورچوں پر قابض ہوگئیں ۔

جنگ مارن (لنڈن ۱۹ ستمبر) ۱ ستمبر سے ۱۲ ستمبر تک کی لڑائیوں کے جو کوائف ہیڈ کوارٹر سے موصول ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چھ دریا راستے کو روکے ہیں۔ انکے نام یہ ہیں۔ مارن۔ اورق۔ ویسل۔ آئین۔ ائٹ اور ٹووس۔ دشمن مارن کی لائن پر مسلط تھا دریائے مارن کو ۹-ستمبر کو عبور کیا گیا دریائے اورق کو عبور کرنے میں ہماری مزاحمت نہیں ہوئی ویسل پر خفیف مقابلہ ہوا۔ البتہ این پر انگریزی و فرنچ افواج کی نہایت سختی سے مزاحمت کی گئی۔ جمعہ کو فرنچ لشکر نے ڈیوک آف ورٹمبرگ کے چوتھے آرمی کور کو بھگا دیا ۔

متحدہ افواج کی فتح کا نمایاں اثر پڑا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جرمنوں کو یہ توقع نہ تھی کہ انگریز جارحانہ پہلو اختیار کرنے کی جرأت کرینگے وہ فرنچ کو دریائے سین کی طرف دھکیلنے میں ساعی رہے۔ شنبہ کو انگریزوں کو معلوم ہوا کہ جرمنوں نے ایک کے سوا تمام پلوں کو توڑ دیا ہے ایک برٹش ڈویژن رسالے نے دریائے ویسل کے جائے عبور پر قبضہ کر کے اول آرمی کور کو عملاً بلامقابلہ دریائے اسین تک پہنچا دیا۔

ہمارا رسالہ و پیدل سپاہ سخت آتش فشانی میں برائن پر قابض ہوئی۔ نیز سینکڑوں کو قید کیا۔ جرمنوں نے بہت سا گولہ بارود دریا میں پھینک دیا۔ یکشنبہ کو برٹش بریگیڈ نے اس پل سے جو ہنوز تباہ نہ کیا گیا تھا۔ دریا کو عبور کیا۔

ٹرمونڈ کی تباہی - ایک جرمن سپاہ برسلز سے چہار شنبہ کی شام کو پھر ٹرمونڈ میں داخل ہو کر بلجیموں سے شمال میں معرکہ آرا ہوئی۔ دوسرے روز کا تار مظہر ہے کہ تیسری مرتبہ گولہ باری سے جرمنوں نے ٹرمونڈ کو تباہ کر دیا۔ گرجا ہنوز استادہ ہے۔ اگرچہ اس کا برج بھی گر پڑا ہے۔ کسی قدر ہسپتال بھی بچ گیا۔ دیگر عمارتیں منہدم ہوگئیں ۔

فیصلہ کن معرکہ کی توقع (لنڈن ۱۹-ستمبر) پیرس کی خبر ہے کہ ماہروں کی رائے اس امر پر متفق ہے۔ کہ معرکہ اینسی جنگ یورپ کا سب سے بڑا اور عظیم الشان معرکہ ہے۔ یہ غنیم کے عقب اور حملہ آوروں کے ہراولوں کی مٹھ بھیڑ نہیں بلکہ یہ وہ عظیم الشان آخری جنگ ہے جس سے سرزمین فرانس پر عظیم لشکروں کے اجتماع اور مقابلہ کا موقع بالکل رفع ہو جائیگا۔ اسبات کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ متحدہ سپاہ کی پیش قدمی قدرتاً دھیمی ہوگئی۔ کیونکہ جرمنوں کے مورچے بہت مضبوط ہیں آخری فتح غالباً جرمنوں کی آمد و رفت قطع کرنے سے حاصل ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان - دارالامان - ۲۴ - ستمبر ۱۹۱۴ء

احمدی جماعت کی توجہ تجارت کیطرف

قرآن مجید کے آخری حصے پر تدبر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور واقعات اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ کہ یہ زمانہ تجارت کا زمانہ ہے۔ اور مسلم دین و دنیا میں کامیاب و مظفر و منصور رہنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ پس اس کے لئے لازم ہے۔ کہ جیسے وہ اللہ تعالےٰ کے دین کی فرمانبرداری میں دوسروں کیلئے نمونہ ہو۔ ویسے ہی وہ دنیا کے کاروبار میں دوسروں پر ایک حجت ملزمہ قائم کرے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کمانے مکر سے۔ وہ اپنے طرز عمل سے انہیں بتادے کہ یہ قول کسی نہائیت ہی سیاہ اور ناپاک دل سے نکلا ہے ورنہ تمام قسم کے کاموں میں کامیابی راستی و صدق سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کیسے افسوس کی بات ہے۔ کہ آج مسلم اپنی ناکامی غربت اور افلاس سے پہچانا جاتا ہے۔ حالانکہ دنیا کی تمام زینتیں ایمانداروں کے لئے پیدا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا۔ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ کس نے حرام کیا زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی۔ اور پاکیزہ رزق کو۔ تو اسے نبی! اعلان کر دے۔ کہ یہ زینت دراصل ہے ہی مسلمانوں کے لئے دنیا کی زندگی میں۔ پس جو چیز ہے ہی مسلموں کے لئے۔ وہ غیر مسلموں کے نصیب میں ہو۔ تو یقیناً یہ ان مدعیان اسلام و ایمان کا اپنا قصور ہے۔ اغیار ان اصولوں پر چلکر جو کسی چیز کے حصول کے لئے مقرر ہیں۔ اس سے متمتع ہوں۔ اور مسلم جسکا اصل حق ہے۔ اور جس کے پاس اس کے حصول کا صحیح قانون ہے۔ وہ اس سے محروم رہے۔ بہت ہی قابل افسوس امر ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اگر زبان سے اسلام کا دعوے کرتے ہیں۔ تو اپنے اعمال سے اپنے اعمال کا ثبوت دیں۔ نام مسلمان اور کام کفار کے۔ پھر کیوں ذلت و مسکنت جو حصہ یہود ہے۔ ان پر نہ لپیٹ دیجاوے تجارت تمام پیشوں میں سے اعلیٰ پیشہ ہے۔ اور آجکل تو ایسا زمانہ ہے۔ کہ زراعت بھی صرف تجارتی اصول پر ہی مفید ہو سکتی ہے۔ ورنہ مفت کی محنت اور ذلت ہے۔ جیسا کہ عام کاشتکاروں کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اس حدیث کی تصدیق ہوتی ہے۔ جس میں آیا ہے کہ جس گھر میں کاشت کے اوزار آئیں۔ وہ گویا ذلت کو اپنے لئے بلاتا ہے۔ پس تجارت کرو۔ تجارت کی طرف بڑھو۔ خدا کے فضل سے تمہارا دین کامل و مکمل ہے۔ تجارت کے لئے کافی ہدایات کتاب و سنت میں موجود ہیں۔ کچھ ضرور نہیں کہ موجودہ ترقی یافتہ قوموں کے ہم دست نگر ہوں۔ یا ان سے اصول سیکھنے جائیں۔ ہمارے لئے قرآن و حدیث ہی بس ہے۔ اگر ہم اس تعلیم پر چلیں۔ تو تجارت میں تمام ہمسایہ قوموں سے گوئے سبقت لے جا سکتے ہیں۔ سب سے پہلے تو کام پر نیت کا اثر پڑتا ہے۔ کہ فرمایا۔ الاعمال بالنیات۔

پس جب آپ تجارت شروع کریں۔ تو نیت نفع رسانی خلق و کسب حلال ہو۔ نہ یہ کہ لوگوں سے کچھ روپیہ لوٹنے کا سامان کر لیا جائے۔ اور ہیر پھیر دھوکے سے فریب سے گران فروشی سے ملمع سازی سے اپنا جیب بھرنے پر تل جائیں۔ اس قسم کی تجارت کبھی نفع نہیں دے سکتی۔ اور نہ ایسا مال بابرکت ہو سکتا ہے۔ بہت جلد بھرم کھل جاتا ہے اور لوگوں میں ایسی بے اعتباری ہو جاتی ہے۔ کہ کوئی پاس تک نہیں پھٹکتا۔ پھر اسوقت سودا لینے والے مسلمانوں پر تبرا کرتے ہیں کہ ان میں ہمدردی نہیں۔ وہ اپنے بھائی کو نفع نہیں پہنچانا چاہتے۔ کچھ نہیں بنتا۔ بلکہ ذلک بما کسبت ایدیکم۔ یہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کا ہی نتیجہ ہے۔ اگر آپ اپنی تجارت کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو نہایت صاف اور ستھرا عمدہ مال بہم پہنچاؤ۔ اور لمبے زیادہ نفع کی امید پر روکے نہ رکھو۔ بلکہ ارزاں فروش بنو۔ تا سب گاہک تم ہی سے معاملہ کریں۔ ایک ہی خریدار سے اپنے دن کا تمام خرچ وصول کرنا یا اپنی بیوقوفی سے اگر کچھ زیادہ خرچ پڑ گیا ہے۔ تو اسے گاہکوں پر لگانا اصول تجارت کے خلاف ہے۔ اگر آپنے کوئی دکان کھولی ہے۔ تو یک بول بہت عمدہ بات ہے۔ زیادہ قیمت بتا کر گاہکوں سے بیہودہ بک بک کرنے اور ان کے دماغ کو پریشان کرنا ہے۔ میں نے سنا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس طرح کام نہیں چلتا۔ جب تک آٹھ آنے کی چیز کی قیمت روپیہ نہ بتائی جائے۔ سودا فروخت نہیں ہوتا۔ یا پھر آٹھ آنے کوئی نہیں دیتا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ آپ کچھ دن استقلال سے کام لیں۔ پھر آپ کو ہرگز دقت پیش نہ آئے گی۔ اسی طرح کسی نفع کی امید پر ان اشیاء کی تجارت نہیں کرنی چاہیئے۔ جو شریعت میں ممنوع ہیں۔ بعض لوگ ایسی ممنوع چیزیں اس خیال سے رکھ چھوڑتے ہیں۔ کہ گاہک واپس نہ جائے۔ یا اس بہانے سے کہ ہم سے مسلمان تھوڑا خریدتے ہیں۔ غیر مسلم لے جاتے ہیں۔ اگر حرام ہے۔ تو ہمیں کیا۔ ہم کونسا خود استعمال کرتے ہیں۔ یہ بالکل لغو عذر ہے۔ یاد رکھو۔ کہ بدی کے سامان بہم پہنچانے والا بدی کرنے والے کے عذاب کا حقدار ہے۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں۔ کہ سگریٹ بھی ہمارے دوستوں کو نہیں بیچنے چاہئیں۔ کہ گو حرام نہیں۔ مگر لغو یا نقصان رساں ہوتے ہیں۔ تو کچھ شک نہیں۔ ہماری تجارتیں تو دوسروں کے لئے نمونہ ہونی چاہئیں۔ کیونکہ جو امت شہداء علی الناس ہو۔ اس کی بڑی ذمہ داری ہے۔ جو صفت آپکے مال میں نہیں۔ آپ اسے کبھی بیان نہ کریں۔ کہ تزویر شیطان کا کام ہے۔ نہ کہ مومن کا۔

بلکہ مال میں اگر کوئی عیب ہے۔ تو اسے جتا دینا چاہیئے ایسا ہی خریدار کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کے روپے میں اگر کوئی نقص ہے۔ تو وہ جتا دے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک بار بہت سے روپے ایک جگہ سودے کے لئے بھیجے تو ایک پیسہ مال لانے والے کو الگ کر کے دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اس میں کچھ نقص معلوم ہوتا ہے۔ یہ بائع کو دکھا کر اور جتا کر دینا۔ سبحان اللہ تقوےٰ اسی کا نام ہے۔ بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ کسی سے مال لیا۔ تو عیب دار مال گیا۔ تو اپنی غلطی کا خمیازہ خود اٹھانا چاہیئے۔ گاہکوں پر اس کا جرمانہ نہیں کرنا چاہیئے۔ جو شخص ایسے موقعہ پر صبر سے کام لیتا ہے۔ وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ کہ ضرور اسے کسی نہ کسی طرح اجر ملیگا۔

صحابہ کا ایک گروہ عظیم تجارت پیشہ تھا۔ اور ان میں سے بعض اتنے اتنے مالدار تھے۔ کہ موجودہ کروڑ پتیوں کی دولت کو ان سے کچھ نسبت نہیں۔ وہ تو سودے لیتے یا دیتے تھے۔

خریداروں سے دہوکا کرتے۔ نہ ایسے گراں فروش تھے۔ کہ ایک سو کی چیز چار سو پر بیچیں۔ بلکہ ان میں سے ایک ممتاز صحابی نے اپنی دولت بڑھنے کا سبب یہ بتایا۔ کہ مال پر تھوڑا سا نفع بھی مل جائے۔ تو خریدار کو واپس نہیں کرتا بلکہ مال دیدیتا ہوں۔ زیادہ نفع کی امید پر اپنے مال کو روکے رکھنا اور اسے سڑنے دینا۔ یا ناکارہ کر دینا۔ کوئی دانائی کی بات نہیں۔ ایک صحابی کے پاس بہت سے اونٹ تھے اسے اونٹوں پر تو کوئی نفع نہ ملتا تھا۔ لیکن ان کی رسیاں نفع میں بکتی تھیں۔ اسی پر اس نے اکتفا کیا۔ اور مال فروخت کر دیا۔ اور لکھا ہے۔ کہ ہزار درم نفع پایا۔ دوم اپنی تجارت کو آہستہ آہستہ بڑھانا چاہئے۔ یکدم قرض اٹھا کر دکان میں مال بھر لینا اور اپنی قدر نہ پہچاننا ناتجربہ کاری ہے۔ سوم۔ زمانہ کی ضروریات اور ملک کے مذاق کو مدنظر رکھ کر اسباب تجارت لینا چاہئے۔ اخیر میں میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ تجارت میں ایسا انہماک نہ ہو کہ دین کو بالکل بھول ہی جائیں۔ بلکہ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ کے مصداق بنیں۔ وفقنا اللہ وایاکم *

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

تصدیق المسیح

ہر صدی کے سر پر مجدد آنیکی حدیث

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا *

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ مبعوث کرتا ہے۔ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر جو تازہ کر دیتا ہے۔ اس کے لئے اس کے دین اسلام کو *

یہ حدیث کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۳ اور ابو داؤد مطبوعہ مطبع مجتبائی صفحہ ۲۴۱ پر ہے۔ اور مشکوۃ کتاب العلم میں ہے *

نواب صدیق حسن خان صاحب حج الکرامہ صفحہ ۱۳۵ میں لکھتے ہیں۔ رواہ ابی داؤد والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی المعرفۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ باسناد صحیح۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے نقل کیا۔ اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے معرفت میں ابو ہریرہ رضی نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ (۲) امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ تنبیہ میں لکھا ہے اتفق الحفاظ علی صحتہ۔ حافظان احادیث اس کے صحیح ہونے پر متفق ہیں۔ (۳) مرقات صعود جو سنن ابی داؤد کی شرح ہے۔ اس میں اتفق الحفاظ علی تصحیحہ آیا ہے یعنی حفاظ حدیث اس کے صحیح ہونے پر متفق ہیں۔ (۴) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں لکھا ہے۔ کہ خبر دار زانکہ بر رأس ہر مائہ مجدد پیدا خواہد شد و ہمچناں واقع شد۔ یعنی رسول اللہ صلعم نے خبر دی۔ کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد پیدا ہوگا۔ چنانچہ اسی طرح واقعہ ہوا۔ پھر یہ حدیث ایسی ہے۔ کہ حسب اصول محدثین۔ جیسا کہ کنز العمال جلد ۱ میں ہے۔ فان وافق القرآن فخذوھا والا فدعوھا۔ (اگر قرآن مجید کے موافق ہو۔ تو اسے لے لو۔ ورنہ اسے چھوڑ دو) اور کافی کلینی میں ہے۔ فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ (جو کتاب اللہ کے موافق ہو۔ اسے لے لو۔ اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اُسے چھوڑ دو)

قرآن مجید سے اس حدیث کی تصدیق

قرآن مجید سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک سورۃ ہی اسی باب میں نازل ہوئی ہے۔ انا انزلنہ فی لیلۃ القدر ○ وما ادراک ما لیلۃ القدر ○ لیلۃ القدر خیر من الف شھر ○ تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر ○ سلم ھی حتی مطلع الفجر۔ (یعنی لیلۃ القدر وہ مبارک زمانہ جس میں فرشتے اترتے ہیں۔ کلام نازل ہوتا ہے۔ وہ ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال ۴ ماہ سے بہتر ہوتا ہے۔ گویا ایک مجدد سے دوسرے مجدد کا زمانہ قریباً ۸۴ سال ہوتا ہے۔ پھر کلام الہی نازل ہوتا ہے۔ اور ہر امر میں سلامتی کا پیغام آتا ہے *

دوم فرمایا۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا *

اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں جو تم سے کامل الایمان صالح الاعمال ہوں۔ کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ اور ان کے لئے پسندیدہ دین کو تمکین دے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا۔ یعنی نبی کریم صلعم کے بعد وعدہ ہے۔ کہ اس امت محمدیہ میں دین کی تمکین اور اس کے خوف کو امن سے بدلنے کے لئے۔ (کہ یہی مجدد کا فرض ہے) پہلی امتوں کی طرح خلفاء پیدا ہوتے رہیں گے اور یہ خلفاء دو قسم کے تھے۔ ایک مامور خلیفہ اور ایک ایسے لوگ جو انتظام جماعت قائم رکھنے کے لئے تھے۔ پس قرآن مجید کی دونوں آیات اور آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون (ہم نے اس قرآن مجید کو اتارا اور ہم اس کے الفاظ۔ معنے اور عمل کے حافظ ہیں۔) اس حدیث کی تصدیق کرتی ہے۔ اور بتاتی ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے *

اس حدیث کے معنے

یہ فیصلہ ہو جانے کے بعد کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور کتاب اللہ کے مطابق ہے۔ اس حدیث کے الفاظ پر غور کرنا چاہئے۔ ایک یبعث ہے۔ یعنی اللہ مبعوث و مامور کرتا ہے۔ ایک اپنے برگزیدہ کو پس صدی کے سر پر کوئی ایک عالم مجدد نہیں کہلا سکتا بلکہ چاہئے۔ کہ وہ دعوے کرے۔ کہ میں اصلاح کے کام پر متعین اور دین کی تازگی پر مامور ہوں۔ اور پھر اس کے اس دعوی کے یعنی اللہ تعالے اپنے قول کی اپنے فعل سے تصدیق کرے۔ اور وہ ہر میدان میں مظفر و منصور ہو *

بطور مثال دو مجددوں کا ذکر

چنانچہ شیخ احمد سرہندی گیارہویں صدی کے مجدد تھے۔ مکتوبات امام ربانی جلد ۲ میں ان کی تحریر ہے۔ کہ

ودانند کہ بر سر ہر مائۃ مجددے گذشتہ است اما مجدد مائۃ دیگر است و مجدد الف دیگر چنانچہ درمیان مائۃ و الف فرق است

-در مجدد دیں ایشاں نیز ہماں قدر فرق است
بلکہ زیادہ ازاں۔

اور جانو کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آتا ہے۔ صدی کا مجدد اور ہے اور ہزار کا مجدد اور ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان اتنا ہی فرق ہے بلکہ اس سے زیادہ۔ جتنا سو اور ہزار کے درمیان۔

اور اس سے پہلے علوم و معارف کا ذکر کرتے ہوئے فرما چکے ہیں۔ کہ بعد از تجدید الف ثانی بتجدید و وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ صاحب ایں علوم و معارف مجدد ایں الف است۔ کہ یہ معارف ذخیرہ رسول اکرم کی پیروی کی برکت سے نازل ہوئے ہیں۔ اور ان علوم و معارف کے صاحب کا نام مجدد الف ثانی ہے۔ یعنی میرا۔ کھلے الفاظ میں دعویٰ کیا ہے۔ اور اس حدیث کی تصدیق کی ہے

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بارھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کے مدعی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:-

قد البسنی اللہ سبحانہ
خلعۃ المجددیۃ (تفہیمات الٰہیہ)

کہ مجھے اللہ نے مجددیت کا خلعت پہنایا۔ پہلے بزرگ نے اگر رفض کو دور کیا۔ تو دوسرے نے بدعات کو مٹایا اور سنت کی ترویج کی۔ اور مسلمانوں میں علم احادیث کا رواج دیا۔ انہیں تقلید سے نکالکر رسول اللہ کا سچا متبع بنایا۔

اگلے نمبر میں چودھویں صدی کے مجدد اعظم کے بارے میں گفتگو ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وزیر اعظم کی تقریر ۱۸۔ ستمبر۔ وزیر اعظم نے اڈنبرا کے ایک شاندار جلسہ میں ایک زبردست تقریر میں بیان کیا کہ جنگ یورپ جرمنی نے جان بوجھ کر شروع کی ہے۔ قیصر جرمنی کے مشیروں نے برطانیہ ہندوستان اور برطانی نوآبادیوں کی اصلیت اور وفاداری کی نسبت سخت غلط اندازہ لگا کر یورپ کو خون کے سمندر میں ڈبو دیا۔ لاوین۔ سیلنی اور ترمنڈ کے نام آئندہ جرمن شائستگی کے دامن پر بدنما داغ ہونگے۔ ہمارے مقصد کی تکمیل میں [illegible]

نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر کی تقریر کا اقتباس جو آپ نے لیجسلیٹو کونسل کے سامنے فرمائی

صاحبان! ہمارے اس موسم کے متعلق جو دوسرے کام تھے وہ ختم ہو چکے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ہم جدا ہوں۔ میں اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں کہ میں آپ کو ایسے اہم معاملے کی طرف متوجہ کروں جو تمام دلوں کو محیط کئے ہوئے ہے ابھی چھ ہفتہ کا عرصہ ہوا ہے جب ہمارے دلوں کو اعلان جنگ نے ہلا دیا تھا۔ یہ جنگ ان مقامی لڑائیوں کی طرح نہیں ہے۔ جن سے ایسے اہم نتائج پیدا ہوتے ہوں جن سے اقوام کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہو۔ بلکہ نپولین کی مطلق العنانی کے بعد سلطنت کو ایسی عظیم الشان لڑائی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں آپ کو وہ وجوہات بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ کیوں ہندوستان کو اس میں شریک ہونا پڑا گو یہ تمام وجوہات اس پیغام میں جو قیصر ہند کی طرف سے حضور وائسرائے کی معرفت ہند کے راجہ نواب اور عوام کی طرف بھیجا درج ہیں۔ اب اسے پھر دہرانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد حضور ممدوح نے قیصر ہند کا پیغام پڑھا۔ اور بعد ازاں فرمایا۔ صاحبان! حضور قیصر ہند نے جو پیغام اس موقع کے شکریہ میں ہندوستانی راجہ نواب اور عوام کو بھیجا وہ ملک اور باشندگان ملک کی شان کے شایان تھا۔ پنجاب کے نواب اور راجاؤں نے صرف اپنی فوجوں کو گورنمنٹ کے حوالہ نہیں کیا بلکہ اپنی ریاستوں کے تمام ذرائع سلطنت انگلشیہ کے سپرد کر دیئے یہ کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے۔ بعض فوجیں لڑائی کے لئے بھی منتخب کر لی گئی ہیں۔ ہم جانتے ہیں بطور ہم اقوام گکھڑ۔ اعوان۔ جنجوعہ۔ پٹھان۔ ٹوانے۔ سکھ جٹ۔ رنگھڑ اور دوسری راجپوت اقوام نے اپنے آپ کو گورنمنٹ کے پیش کیا ہے یہ وہ اقوام ہیں جنہوں نے پنجاب کی فوجی طاقت کو چین اور مصر تک شہرت دی ہے۔ اور اب پھر یہی اقوام ہیں جو تازہ فتوحات حاصل کرنے کے لئے جنگ میں گھس گئی ہیں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ فیروزپور اور امرتسر کے علاقوں کے ریزروسٹ پلٹنوں میں جنگ کی خاطر خوشی خوشی شریک ہوئے ہیں وہ پلٹنیں جن کو جنگ میں شرکت کا حکم نہیں ہوا تھا انہوں نے اصرار کیا کہ ہمیں ضرور بھیجا جائے تاکہ ہم اپنی بہادری کا ثبوت دیں۔ پنجاب کے لوگوں نے جو جوش اور سرگرمی سرکار کی خدمات کرنے میں دکھائی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ لوگوں نے طرح طرح سے خیر خواہی دکھائی ہے۔ بعض نے آدمیوں سے بعض نے روپوں سے اور بعض نے گھوڑوں سے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنے اخلاص ظاہر کیا ہے پنجاب کے بڑے رئیس مہاراجہ پٹیالہ سے لیکر معمولی کلرک تک اور پرانے خرانٹ تجربہ کار فوجیوں تک یہ خاص جوش ہے۔ ان خدمات کی قدر قیصر ہند کے پیغام سے ظاہر ہے جنگ کی موجودہ حالت بالکل عیاں ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ یہ مختصر ہو۔ پھر آپ نے ریلیف فنڈ کی طرف توجہ دلائی اور اسکی ضرورت اور اہمیت کو ثابت کیا اور فرمایا کہ ایسی لمبی جنگ میں ضرور ہے کہ قربانیاں ہوں۔ ہمیں شکریہ کرنا چاہیئے کہ ہم ان مصائب سے بچے ہوئے ہیں۔ پھر برٹش فلیٹ اور اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ برٹش بیڑا صرف ہماری حفاظت ہی نہیں کرتا بلکہ جو تکالیف اور مصائب تجارت کے بند ہونے سے لاحق ہوتی ہیں ان سے بھی ہمیں اس نے محفوظ کر رکھا ہے۔ اور پھر کونسل کو اس طرف متوجہ فرمایا کہ اب وقت ہے کہ لوگ وفاداری کا عملی ثبوت دیں۔

ایمڈن کے کپتان کے ارادے کلکتہ۔ ۲۰ ستمبر

ایمڈن کے کپتان نے پانچ غرق شدہ جہازوں کے عملہ کو رخصت کرتے وقت کہا تھا "اچھا احباب اچھا سلام۔ جاؤ۔ مگر تم میرا ذکر پھر بھی سنو گے۔ کیونکہ ابھی کام ختم نہیں کیا" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور چند ہی گھنٹوں کے بعد انہی سن کو غرق کر دیا۔ ایمڈن کے ساتھ دو جہاز مارکومانیا اور پونٹو پوروس بھی ہیں جن سے وہ طلیعہ کا کام لے رہا ہے۔ بہر حال ایمڈن ایسی صورت میں جلد ہی پکڑا جائیگا اس کے کپتان نے انہی لوگوں کو کہا تھا کہ جاپانی جہازوں کا مجھے ڈر نہیں کھلے سمندر میں وہ کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے۔ انگریزی جہاز البتہ بہت تیز ہیں اور اگر کوئی انگریزی جہاز سامنے آگیا تو میرا کھیل تمام ہو جائیگا تاہم کوئی قوم میرے جہاز کو پکڑ نہیں سکیگی میں خود اسے غرق کر دونگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبۂ جمعہ

جو سیدنا و مولانا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی نے ۱۸ ستمبر ۱۹۱۴ء کو دیا

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ الخ

اس دنیا کے کارخانے پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے تمام کاموں کے لئے خواہ وہ کام دین کے ہوں۔ خواہ دنیا کے۔ خواہ وہ کام جسم کے متعلق ہوں۔ خواہ روح کے۔ دوستوں کے متعلق ہوں۔ یا رشتہ داروں کے۔ اپنے عزیزوں کے متعلق ہوں یا اپنے نفس کے۔ حکام کے متعلق ہوں یا رعایا کے۔ بڑوں کے متعلق ہوں یا چھوٹوں کے۔ دوستوں کے متعلق ہوں یا دشمنوں کے۔ عالموں کے متعلق ہوں۔ یا جاہلوں کے۔ ان کے لئے خدا تعالےٰ نے ضرور کچھ قواعد مقرر کئے ہوئے ہیں۔ جن کی خلاف ورزی کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ تمام کائنات اور اس دنیا کے کارخانے کا کام ان قواعد کے ماتحت چل رہا ہے۔ ان کو سمجھنے اور ذہن نشین کر لینے کے بعد انسان بہت سی مشکلات اور مصائب سے بچ سکتا ہے۔ یہ قواعد ایسے وسیع ہیں۔ کہ کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی ان سے باہر نہیں نکل سکتی۔ اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا ذرہ ان کی حکومت سے باہر نہیں رہ سکتا۔ ہمارے بنائے ہوئے قواعد کمزور اور غلط ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انسان کا علم بھی کمزور اور ناقص ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ بہت دفعہ انسان کے بنائے ہوئے قواعد پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اور کئی بڑی بڑی ہستیاں ان کو روند کر اوپر سے گذر جاتی ہیں۔ یا وہ بہت اوپر رہ جاتے ہیں۔ اس لئے کئی چھوٹی چھوٹی ہستیاں نیچے سے گذر جاتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ واسع اور محیط کل ہے اور اس کا علم ایک ایک ذرّے کا احاطہ کئے ہوئے ہے وہ خالق ہے۔ مالک ہے۔ رازق ہے۔ اس لئے اس کے مقرر کردہ قواعد سے کوئی چیز باہر نہیں جا سکتی *

ڈھیل کا فلسفہ

ان قواعد میں سے جو اس دنیا کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ایک قاعدہ ڈھیل کا ہے۔ اور یہ میں نے اسکا نام اپنی زبان میں رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک چیز کے لئے ڈھیل کا کچھ میدان مقرر کیا ہوا ہے۔ حکیم اور علیم ہستی کے قواعد کبھی بلا حکمت نہیں ہوتے۔ ایک انسان تو کہتا ہے کہ فلاں بات یوں ہو جائے۔ ورنہ یوں ہو جائے گا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کبھی ایسا نہیں کرتا۔ اس نے سب کاموں کے قاعدوں میں مہلت اور ڈھیل کا میدان رکھا ہوا ہے۔ اس کے اندر مختلف تغیرات میں سے انسان گذرتا ہے۔ کبھی اس کی حالت کچھ ہوتی ہے۔ اور کبھی کچھ۔ کئی انسان زنا کرتے ہیں۔ لیکن ہر ایک کو سزا نہیں ملتی۔ اسی طرح کئی انسان نیکیاں کرتے ہیں۔ لیکن ہر ایک نبوت کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ بہت دفعہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک آدمی نماز میں روتے روتے گھنٹوں سجدے میں گذار دیتا ہے اور اتنی لمبی نماز پڑھتا ہے۔ کہ تمام رات میں دو رکعت ہی ختم کرتا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ہم اس کی اس نماز کی خوبصورتی اور عبادت کی عمدگی کو دیکھ کر یہ کہہ دیں۔ کہ یہ فرشتوں کی عبادت سے بڑھی ہوئی ہے۔ اسی طرح ایک شخص کفر کے کلمے کہتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس کی ذات کی طرف گند منسوب کرتا ہے لیکن پھر اسی وقت تباہ نہیں ہو جاتا۔ پہلے کی طرح ہی کھاتا پیتا چلتا۔ پھرتا۔ اٹھتا بیٹھتا اور رہتا سہتا ہے۔ پھر ایک آدمی کو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی سخت چیز نگل لیتا ہے۔ جسکو اس کا معدہ ہضم نہیں کر سکتا۔ لیکن اسی دن اس کو قولنج نہیں ہو جاتا۔ بعض بچے شیشے کے ٹکڑے کھا جاتے ہیں۔ اور نہیں مرتے۔ پھر اگر کوئی ایک قطرہ آرسنک (سنکھیا) کا پی جائے۔ تو مرتا نہیں۔ یا ایک لقمہ گھی کا کھائے۔ تو موٹا نہیں ہو جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ڈھیل کا میدان رکھا ہوا ہے۔ ایسا انسان ابھی اس کے اندر ہوتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آج کل کے جنگوں میں تم دیکھ رہے ہو۔ کہ ایک دن تو خبر ہوتا ہے۔ کہ جرمن فلاں جگہ سے آگے بڑھی۔ اور دوسرے دن کی خبر ہوتی ہے۔ کہ پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ ان باتوں کو لڑائی کا فیصلہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ ابھی اس میں ڈھیل ہے۔ اس لئے یہ لڑائیاں میدان جنگ کی کارروائی کا نتیجہ نہیں پیدا کر سکتیں اسی طرح انسان کو اس کے اعمال کبھی کسی طرف دھکیل کر لے جاتے ہیں۔ اور کبھی کسی طرف۔ لیکن جو انسان نفس مطمئنہ کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور جو دوسری طرف آخری نقطہ پر چلا جاتا ہے۔ وہ پھر ایسا گمراہ ہو جاتا ہے۔ کہ کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت اور وعظ کرنے والے کا وعظ اس کے لئے موثر نہیں ہو سکتا۔ اس جنگ میں کامیاب ہونے والے انسان کی مثال اسی طرح کی ہوتی ہے۔ کہ جیسے ایک فاتح دشمن کے قلعے پر کھڑا ہو کر ٹھنڈی ہوا کھا رہا ہو۔ اور ارد گرد کے منظر اور سبزی سے لطف اٹھا رہا ہو۔ اسے دیکھ کر اور پھر ایک ایسے سپاہی کو دیکھ کر جو لڑائی میں بڑی جانبازی اور کوشش سے تلوار چلا رہا ہو ایک شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ قلعہ پر چڑھ کر سیر کرنیوالا بیکار ہے اور کوئی محنت نہیں کرتا۔ لیکن اسے کیا معلوم ہے۔ کہ اس نے بھی تلوار کھینچی اور محنت کی ہے۔ اور اسی وجہ سے آج قلعہ تک پہنچا ہے۔ اس کا لڑائی میں تلوار چلانا اس کی فتح نہ تھی۔ کیونکہ کبھی یہ ایک قدم آگے بڑھتا تھا اور کبھی اس کو پیچھے بھی ہٹنا پڑتا تھا۔ لیکن جب اس نے دشمن کو کامل شکست دی۔ تب جا کر قلعہ پر قبضہ کرنے کے قابل ہوا۔ تو ایک میدان خدا تعالےٰ نے بھی رکھ دیا ہوا ہے۔ بہت کم عقل ہوتے ہیں وہ لوگ جو اس میدان میں ترقی کا ایک قدم چل کر کہتے ہیں۔ کہ ہم کامیاب ہو گئے۔ ایسے لوگوں کو شیطان گھسیٹ کر پیچھے پھینک دیتا ہے۔ اس کے خلاف ایک قوم ایسی بھی ہوتی ہے۔ جو اگر اصل راہ سے ایک قدم پیچھے ہٹ جائے۔ تو سمجھتی ہے۔ کہ اب ہمارے سنبھلنے کا کوئی طریق نہیں۔ ایسوں کو بھی شیطان پھر ابھرنے نہیں دیتا *

کامیابی کا گر

کامیابی وہی انسان حاصل کر سکتا ہے۔ جو اگر آگے بڑھے۔ تو خوش نہیں ہوتا۔ اور اگر پیچھے ہٹے۔ تو مایوس نہیں ہوتا کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ جہاں میں نے پہنچنا ہے۔ وہ اور ہی جگہ ہے۔ ایک طبیب مریض کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے۔

کہ اس کی حالت اچھی ہے۔ نبض چلتی ہے۔ طاقت قائم ہے۔ مگر اُس کے ماں باپ وغیرہ رو بیٹھتے ہیں۔ پھر کبھی ایک طاقتور انسان ہوتا ہے۔ اور لوگ اُسے موٹا تازہ سمجھتے ہیں۔ لیکن طبیب کہہ دیتا ہے۔ کہ اس کے دل کو ایسا صدمہ پہنچا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ ذراسی زور کی آواز سے اس کی جان نکل جائے۔ تو انسان کے لئے اپنی حالت کی نسبت بظاہر فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن جب وہ کسی حد کو پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اُس کی حالت کا اندازہ کرنے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں رہ جاتا۔ اگر ایک آدمی کچھ عرصہ بیکار رہے۔ تو اُس کے اعضاء کسی قدر کام کرنے کے ناقابل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ مطلقاً ان سے کوئی کام نہ لے۔ تو وہ بالکل نکمے ہو جاتے ہیں یہی حال روحانیت کا ہے۔ روحانیت میں وہ درمیان کا راستہ جسکا خدا تعالیٰ نے ڈھیل نام رکھا ہے اس میں انسان کی کامیابی اور شکست حقیقی نہیں ہوتی۔ اس سے اکثر لوگوں کو دھوکہ لگتا ہے۔ وہ چند روز اچھی طرح نمازیں پڑھکر یا ایک مہینہ روزے رکھ کر خیال کرتے ہیں کہ ہم پاک اور معصوم ہو گئے ہیں۔ لیکن انہیں کیا معلوم ہوتا ہے اور ان کو ایک ہی دھکا دیکر تحت الثرٰی میں گرا دیتا ہے۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر انسان گناہ کرتا ہے۔ تو اُس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور اگر نیکی کرتا ہے۔ تو نور آ جاتا ہے۔ آخر کار ان دونوں میں سے کوئی غالب آ جاتا ہے۔ ہاں انسان پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے۔ جبکہ وہ شیطان کی زد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یا اس کے برخلاف اس کی حالت ایسی گر جاتی ہے۔ کہ پھر سنبھلنے کے قابل نہیں رہتا۔ کئی لوگ اپنے خیال میں دوسروں پر اس رنگ میں رحم کرتے ہیں کہتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ وہ ہدایت پا جائیں۔ اور بعض اس کی ضد میں یہ کہتے ہیں۔ کہ نبی بھی تو انسان ہی ہوتا ہے۔ وہ بھی زنا کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں گروہ غلط اور بالکل بیہودہ خیالات رکھتے ہیں۔ ایک رسول بیشک انسان ہی ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس حد سے گذر چکا ہوتا ہے جہاں تک کہ کسی گناہ کے کرنے کا امکان ہوتا ہے۔ اسی طرح ابوجہل اور فرعون بھی بندے ہی تھے۔ لیکن وہ گمراہی کی اس حد تک پہنچ چکے تھے۔ جہاں سے واپس لوٹنا ناممکن تھا

اور ان کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت تھی۔

موجودہ زمانہ کی مثال

یہی مثال اس زمانہ میں دیکھ لو۔ کہ لیکھرام کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام تھا۔ کہ ہلاک ہو جائیگا۔ اس کے لئے کوئی شرط وغیرہ نہیں تھی۔ کیونکہ یہ اس حد تک پہنچ چکا تھا۔ کہ اس کے اندر نور کا پیدا ہونا ناممکن تھا۔ اور جسطرح ایک ہاتھ خشک ہو جانے یا آنکھ کا نور ضائع ہو جانے کے بعد پھر طاقت اور نور پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اس کا دل ایسا تاریک ہو گیا تھا۔ کہ اس میں نور نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے حکم دیا۔ کہ یہ بلاشک ہلاک کیا جائیگا۔ یہ کوئی اس پر ظلم نہیں تھا۔ بلکہ اسکے اعمال کا عین نتیجہ تھا۔ لیکن آتھم اسکی طرح نہیں تھا وہ ہلاکت کی حد سے کچھ ورے تھا۔ اور اسے ابھی کچھ ڈھیل کا میدان اور عبور کرنا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اس کیلئے شرط لگا دی۔ کہ اگر یہ توبہ کریگا۔ تو ہلاک نہیں ہوگا۔ ورنہ تباہ ہو جاویگا۔ اسنے پہلے تو کہدیا۔ کہ میں نے محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو دجال نہیں کہا۔ لیکن جب اسے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیچی جھک جانے کی وجہ سے ہلاکت سے بچا لیا۔ تو اس نے خیال کیا۔ کہ میرے متعلق جو پیشگوئی تھی۔ وہ جھوٹی ہی تھی۔ اس نے اپنے ڈر جانیوالی حق بات کو چھپا لیا۔ اور اسے ظاہر نکیا اسلئے پھر تباہ ہو گیا۔ تو خدا تعالیٰ نے ہمکو ہر طرح کے نظارے دکھا دیئے۔ کہ بعض انسان ایسے ہوتے ہیں۔ جو آگے بڑھ سکتے ہیں۔ لیکن بعض میں آگے بڑھنے کی طاقت نہیں ہوتی۔

گناہ پر فخر کرنے والے

بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو گناہ کر کے اس پر فخر کرتے ہیں۔ وہ شرارت سے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور بعض ایک گناہ مجبوری سے کرتے ہیں۔ مثلاً ان پر حرص غالب آ جاتی ہے۔ طمع اندھا کر دیتا ہے۔ جوش محبت۔ دشمنی وغیرہ جذبات مجبور کر دیتے ہیں۔ مگر ایک گناہ ایسا ہوتا ہے۔ جو کہ انتہائی درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ فوری جوش سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ناپاک طبیعت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ایسے انسان بے حیا ہو جاتے ہیں۔ اور گرتے گرتے ایسے گر جاتے ہیں۔ کہ پھر کبھی اٹھ نہیں سکتے۔ اور ان کو ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر فرمایا ہے

کہ کیا ایسے آدمیوں سے تم ایمان لانے کی طمع رکھتے ہو؟ اس سے معلوم ہوا۔ کہ کسی کی نسبت ایمان لانے کی طمع رکھنی ٹھیک ہے۔ کیونکہ یہ نہیں فرمایا۔ کہ کیوں طمع رکھتے ہو؟ اللہ تعالےٰ نے یہاں ایک خاص گروہ کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ کیا تم ان کے ایمان لانے کی طمع رکھتے ہو۔ کہ وہ تمہاری باتیں سن کر نیکی کریں گے۔ نہیں وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے۔ ایک کمزور انسان ممکن ہے کبھی اپنی کمزوری سے مجبور ہو کر انسان کے کلام میں تحریف کر دے۔ مگر ایک انسان جو ایک کلام کو خدا تعالیٰ کا کلام مانتا ہو۔ اور اسے اس بات کا یقین بھی ہو۔ اور پھر اس میں تحریف کرے۔ تو وہ بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ یہاں خدا تعالیٰ نے يَسْمَعُوْنَ الْفُ آنَ نہیں فرمایا۔ بلکہ کلام اللہ فرمایا۔ اس لئے اس سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو قرآن شریف کو کلام اللہ سمجھتے ہیں۔ ورنہ ایسے لوگ تو بہت ہیں جو قرآن شریف کو کلام اللہ نہیں سمجھتے۔ پھر ایسے لوگ کیا کرتے ہیں۔ اس میں تحریف کر دیتے ہیں۔ تحریف تو غلطی سے بھی ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے غلط تفسیر کر دی۔ لیکن یہ ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ یہ خوب سمجھتے ہیں۔ کہ اس کلام کا یہ مطلب نہیں۔ مگر پھر وہ کہتے ہیں۔ کہ یہی ہے۔ پھر بعض دفعہ انسان سمجھتا ہے۔ کہ یہ مطلب ہے۔ مگر اس سے بے جانے بوجھے تحریف ہو جاتی ہے۔ مثلاً جلدی سے کوئی کلمہ نکل جاتا ہے۔ حالانکہ انسان کے دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے "میں تیرا خدا ہوں۔ وہ اصل بات جانتا تھا۔ مگر اس کے منہ سے یہ نکل گیا۔ اور اس نے جانکر نہ کہا تھا۔ بہت سے موقعہ ایسے ہوتے ہیں کہ انسان سمجھتا کچھ ہے۔ اور کہہ کچھ جاتا ہے۔ فرمایا۔ کہ جب انسان میں یہ تین باتیں ہوں۔ کہ ایک تو وہ خدا کا کلام سمجھتا ہو۔ دوسرے اس کے معنے اور مطلب بھی سمجھتا ہو۔ تیسرے تحریف بھی جان بوجھ کر کرتا ہو۔ پھر ایسے انسان سے ایمان کی کیا امید رکھ سکتے ہو۔ وہ تو گناہ کے اس درجہ کو پہنچ چکا ہے کہ اب اس سے واپس آنا اس کے لئے ناممکن ہے۔ یہ شرائط اس لئے لگائی ہیں۔ کہ ممکن ہے۔ ایک آدمی تمام قرآن سے واقف نہ ہو۔ اس لئے ایک آیت کی تفسیر میں ٹھوکر کھا جائے۔ سارے قرآن کے جاننے والا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ پہلے مفسرین اور علماء کی آج ہمیں غلطیاں معلوم ہو رہی ہیں۔ اور

ممکن ہے۔ کہ ہماری غلطیاں آئندہ آنیوالی نسلوں کو معلوم ہوں۔ قرآن خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ بندے کا کیا مقدور ہے۔ کہ اس سارے کا احاطہ کرسکے۔ مگر اس قسم کے لوگ اس حد تک خوب سمجھتے ہیں۔ جہاں تک کہ انہیں بیان کرنا ہوتا ہے۔ لیکن پھر جان بوجھکر شرارت کرتے ہیں ؛

سلسلہ احمدیہ کے دشمن

ہمارے سلسلہ کے بھی بعض ایسے دشمن ہیں۔ جو باوجود اقبل سمجھ جانے کے اور اور معنے کرتے ہیں۔ بڑے بڑے مخالف حضرت صاحب کی تحریر کا مطلب خوب سمجھتے ہیں۔ لیکن ظاہر نہیں کرتے۔ اور اسکا ایک ثبوت یہ ہے کہ ایسے لوگ کبھی مباہلہ کے میدان میں نہیں آتے۔ خواہ انہیں کتنی ہی غیرت اور جوش دلایا جاوے۔ حضرت صاحب کی عبارات کو خوب سمجھتے ہیں۔ کچھ اگلا اور کچھ پچھلا حصہ کاٹ کر شائع کردیتے ہیں۔ غرض کہ بعض لوگ گمراہی کی حد کو پہنچ جاتے ہیں جسکا نتیجہ انہیں بہت برا حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو آدمی ہمارے کلام کو ہمارا کلام سمجھتا ہو۔ پھر اس کے معنی بھی جانتا ہو۔ پھر جان بوجھ کر لوگوں کو ایسے معنے بتلائے۔ جو اصل میں نہ ہوں۔ تو ایسے آدمی کی نسبت ایمان لانے کا طمع رکھنا کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ ایسا انسان ڈھیل کی حد کو طے کرچکا ہوتا ہے۔ اسکے لئے ہدایت کی امید رکھنا فضول ہے۔

غلط اندازے

اب اگر کوئی کہے۔ کہ ایسے شخص کو بھی کچھ نہ کہو۔ کیونکہ وہ شاید مان جائیں۔ یا ایک شخص کہے کہ نبی کا انجام دیکھنا چاہیئے کیا ہوتا ہے۔ تو ایسا آدمی پاگل ہے۔ وہ شخص جو گمراہی کی آخری حد کو پہنچ چکا ہو۔ وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتا۔ اور جو نبی ہو۔ اس کا انجام کبھی برا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا تم کارخانہ قدرت پر غور نہیں کرتے۔ ہر ایک چیز کے لئے دو نقطے ہوتے ہیں۔ جیسے بعض اوقات صحت بیماری پر غالب آجاتی ہے۔ اس لئے اس کو دبا لیتی ہے۔ یا بعض دفعہ بیماری صحت پر غالب آجاتی ہے۔ ایک بیماری کی درمیانی حالت میں کبھی صحت غالب آجاتی ہے۔ اور کبھی بیماری۔ لیکن انتہا میں جو غالب ہو رہی نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ اور سب کاموں میں اسی طرح ہوتا ہے بعض انسان اپنے دماغ کا استعمال چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر انہیں کوئی بات سمجھ ہی نہیں آسکتی۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پرانا ملازم پیرا ہوتا تھا اس کو باوجود کئی دفعہ سمجھانے کے بھی مذہب کی اتنی سمجھ نہ آئی۔ کہ ہوتا کیا ہے۔ لیکن ایسے آدمیوں کے مقابلہ میں وہ بھی ہوتے ہیں۔ جو اپنے جان و مال عزت و آبرو۔ خویش و اقارب تک کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر اپنے تک شیطان کا ہاتھ نہیں آنے دیتے۔ ان سے شیطان نا امید ہو جاتا ہے۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح میں ان کا شیطان بھی مسلمان ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ درمیانی حد کو عبور کرچکے ہوتے ہیں ؛

انسان کے نفس کی جنگ

انسان کے اندر کبھی ملائکہ نیکی کی تحریک کرتے ہیں۔ اور کبھی شیطان بدی کی ترغیب دیتا ہے ان کی آپس میں خوب جنگ ہوتی ہے۔ پھر اگر خود انسان ملائکہ سے مل جائے۔ تو یہ دونوں ملکر شیطان کو پچھاڑ دیتے ہیں لیکن اگر وہ سمجھتے ہیں۔ کہ جب یہ خود شیطان کے ساتھ ملکر اپنے آپکو تباہ کر رہا ہے۔ تو ہمیں اس کے بچانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس اندر کی جنگ کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی جنگ نہیں آسکتی۔ جرمنی اور فرانس میں جنگ ہو رہی ہے۔ یہ ایک دوسرے کو مارتے مارتے آخر کار صلح کرلیں گے لیکن جو انسان کے اندر جنگ ہوتی ہے۔ اسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ وہ یا تو انسان کو خدا کے پاس جا بٹھاتی ہے یا ابدالآباد تک جہنم میں ڈال دیتی ہے۔ اس لڑائی کے مقابلہ میں دنیا کی تو جنگیں ہیچ ہی کیا ہیں۔ انسان کو خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے ہزاروں خواہشوں کا ہر روز خون کرنا پڑتا ہے۔ اس کی تلوار کبھی میان میں نہیں ہوتی۔ کیونکہ جبتک وہ قتل عام جاری نہ رکھے۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کے مقابل میں بعض ایسے انسان ہوتے ہیں۔ جو کہ نیکیوں کا خون کرتے ہیں۔ اور اپنے نیک ارادوں اور خواہشوں کو بری باتوں پر قربان کردیتے ہیں۔ تو انسان کے اندر ایک بڑی بھاری جنگ شروع ہے۔ اس لئے اسکو کسی وقت غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ اور تھوڑی سی کامیابی حاصل کرکے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اب اس جنگ کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ یہ فیصلہ اس وقت تک نہیں ہوتا۔ جب تک کہ نفس امارہ ایسا پامال نہ ہو جائے۔ کہ اسے پھر اٹھنے کی طاقت ہی نہ رہے۔ اگر دل میں کبھی بدی کی تحریک ہو۔ تو یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ابھی دشمن طاقت ور ہے۔ اس کے قلع قمع کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے پھر جب شیطان بالکل نا امید ہو جائے۔ تو وہ وقت مومن کے لئے خوشی کا وقت ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کافر کی تباہی کا وقت قریب آجاتا ہے۔ تو مومنوں کو اسکی نسبت حکم ہو جاتا ہے۔ کہ اب اسکو چھوڑ دو۔

لاعلاج کو چھوڑ دینا چاہیئے

اگر کوئی شخص مردہ کو اس لئے دوائی پلائے۔ کہ شاید زندہ ہو جائے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت یعقوب کا قول بیان فرمایا ہے۔ کہ ولا تیئسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔ تو وہ پاگل ہے یا اللہ تعالیٰ کے قانون سے ناواقف ہے۔ کیونکہ مردہ اس حد تک پہنچ گیا ہے۔ کہ جہاں خدا نے کہدیا ہے۔ کہ اس سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اور ایک گڑھے میں اسکو دبا دو۔ اگر نا امید نہ ہونا خدا تعالیٰ کا حکم ہے تو علیحدہ ہو جانا بھی تو اسی کا حکم ہے۔ اسیطرح جب کافر اپنے کفر میں بڑھا ہوا ہو۔ لیکن ابھی وہ ڈھیل کے میدان کے اندر ہو۔ تو ہمیں حکم ہے کہ اس سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ اور اسکے ایمان لانے کی طمع رکھو۔ اور اسکے لئے کوشش کرو۔ لیکن اگر وہ اس حالت کو پہنچ جائے جہاں خدا تعالیٰ کا یہ فتویٰ ہے کہ اب ہدایت نہیں پا سکتا۔ تو ہم کو اس پر وقت ضائع کرنے کی بجائے اسکی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ جو کہ قبول کرنیوالا ہو ؛

مومنوں کو نصیحت ؛ ہر ایک مومن کو دیکھنا چاہیئے کہ شیطان میرے کاموں میں تو شریک نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا ہے تو وہ سمجھے کہ میں ابھی اس حد تک نہیں پہنچا۔ جہاں کہ شیطان سے بالکل محفوظ رہ سکتا ہوں۔ ایسا مومن ابھی میدان جنگ میں ہے۔ اس کو یقین کرنا چاہیئے کہ دشمن ابھی بھاگا نہیں۔ وہ مومن جو اپنے نفس کے بدلے خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسکو کبھی غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ یہاں تک کہ دشمن بالکل اس کا پیچھا چھوڑ دے۔ کبھی تم نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے پاس کوئی شخص اس لئے آیا ہو۔ کہ آپ کو سمجھائے۔ لیکن کئی احمدی ایسے ہیں جن کے پیچھے لوگ لگے رہتے ہیں۔ اور اپنے قبضہ میں کرنا چاہتے ہیں۔ تو جو مومن یہ دیکھے کہ دشمن مجھ سے طمع رکھتا ہے۔ اسے سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ کامیابی کے انتہائی نقطہ پر نہیں پہنچا۔ اپنی حالت کے پرکھنے کا یہ ایک بہت عمدہ معیار ہے ؛

نکتہ۔ شیطان کا مومنوں کی طرف سے نا امید ہونا یہ ہے۔ کہ وہ انکو کسی برے کام کی طرف ترغیب دینا چھوڑ دے۔ لیکن اسکا مسلمان ہونا یہ ہے۔ کہ مومن اس درجہ کو پہنچ جائے۔ کہ وہی لوگ جو اسکی تکالیف کا موجب ہوتے تھے وہ ...

میں جو اس کے پاس آکر کہیں۔ کہ ہمیں سمجھاؤ۔ اور سیدھی راہ بتاؤ۔ دیکھو حضرت مسیح موعود کے پاس پہلے لوگ اس لئے آتے کہ ہم کو سمجھائیں۔ لیکن پھر وہی مقابلہ پر کرنے والوں میں بھی اسلئے آتے۔ کہ ہمیں سمجھاؤ۔ اپنے ساتھ ملا لو

حضرت صاحبزادہ اولوالعزم خلیفۃ المسیح والمہدی الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ تیسواں۔ سورۃ الانشقاق

بقیہ رکوع اول

جسقدر اب کاموں میں کوششیں کی جارہی ہیں۔ پہلے کبھی ایسی نہیں کی گئیں یورپ میں قورات کو بھی کام کرتے رہتے ہیں۔ اور کسی وقت بھی کام سے فارغ نہیں ہوتے۔ رب کو ملنے کے معنے قرآن شریف میں ہلاک کے بھی آئے ہیں تو اس لحاظ سے اس آیت کے یہ معنے ہوئے۔ کہ اس زمانہ میں قومیں ترقی کے لئے بڑی بڑی کوششیں کرتی ہوئی ہلاک ہو جائیں گی۔ اور اس کے یہ بھی معنے ہیں کہ اس وقت جو قوم خدا تعالیٰ کے وعدہ کے ماتحت کوشش اور محنت کریگی وہ کامیاب ہو جائے گی۔

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝ وَيَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا ۝ وَيَصْلَى سَعِيرًا ۝ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝

پس جس کے دائیں ہاتھ میں کتاب دیجائیگی اس کا حساب بہت آسان ہوگا اور وہ اپنے اہل کی طرف خوش خوش لوٹیگا۔ اور جس کو کتاب اسکے پیچھے سے دی جائے گی وہ کہے گا کہ کاش میں ہلاک ہو جاؤں۔ اور وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے اہل میں بڑا خوش رہتا تھا۔

إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ۝

اسکے کئی معنے ہیں (۱) اس کا خیال تھا کہ جو کچھ میں کرتا ہوں۔ اس کا جواب کبھی نہیں دینا پڑے گا (۲) اس نے سمجھا ہوا تھا کہ پھر اس کا لوٹنا خدا کے حضور نہیں ہوگا (۳) اس نے گمان کیا ہوا تھا کہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا (۴) وہ یہ جانے ہوئے تھا کہ مجھے کبھی حیرت اور پریشانی نہیں ہوگی۔

بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۝

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ ان کا خیال ہے یوں نہیں ہوگا بلکہ ضرور ان کا اللہ حساب لیگا۔ کیونکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس کو دیکھتا ہے۔

آجکل لوگ دنیا کے لئے بڑی بڑی محنتیں کر رہے ہیں۔ جس کو دیکھو اسی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ کہ میری عزت بڑھ جائے۔ مال بڑھ جائے۔ دولت بڑھ جائے۔ ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک دیوار تھی جو اسپر ہے دیکھتا تھا وہ بے اختیار کودکر اس کے پار جا پڑتا تھا۔ آجکل دنیا کا بھی یہی حال ہے جو پیدا ہوتا ہے اسی کی طرف دوڑتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر ان لوگوں کو بھی دیکھا جائے جو خدمت دین کا دعوے کرتے ہیں تو انکے دعویٰ دین میں بھی دنیا ہی کی ملونی نظر آتی ہے۔ چنانچہ یورپ میں تبلیغ کے لئے لوگ خوب روپیہ دیتے ہیں۔ لیکن کیا ہندوستان میں ایسے لوگ نہیں ہیں جنہیں تبلیغ کرنے کی ضرورت ہو۔ اگر ایک چوہڑے کو ہدایت ہو جائے تو وہ بھی ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ ایک یورپین مسلمان ہو۔ لیکن اگر لوگوں سے چوہڑوں وغیرہ میں تبلیغ کرنے کے لئے روپیہ مانگا جائے تو کبھی نہ دیں۔ اور ولایت کے نام پر دیتے ہیں۔ تو آجکل دین میں بھی دنیا کی ملاوٹ ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے کام کرنے والوں کا نتیجہ کچھ نہیں ہوتا۔ نتیجہ انہی کے کاموں کا نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اور وہی جیت جاتے ہیں۔ اور جو دنیا میں خدا کے حکموں کو پیٹھ پیچھے ڈال دیتے ہیں۔ اور انکی پرواہ نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ بھی انکو پیٹھ پیچھے ہی سے انکے اعمالنامے دیگا۔ یعنی ان کو ذلیل کریگا اور سزا دیگا۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ تو خدا کے حکموں کی خلاف ورزی کریں اور خدا ان کو کوئی سزا نہ دے۔ کیا نعوذ باللہ خدا اندھا ہے کہ انکے اعمال کو دیکھ نہیں سکتا۔ نہیں وہ دیکھتا ہے۔ اسلئے انکو ضرور سزا دیگا۔

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝

اب اللہ تعالیٰ اس آخری زمانہ کا ذکر اور طرح سے بیان فرماتا ہے کہ کفار پوچھتے ہیں کہ کب عذاب آئیگا۔ کس طرح ہلاکت ہوگی۔ کس طرح کسی روحانی سلسلہ کو نقصان پہنچیگا۔ اور کس طریق سے رحمت الٰہی نازل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم شہادت کے طور پر شفق کو اور رات کو اور رات میں جو مصیبتیں ہوتی ہیں انکو اور قمر کو پیش کرتے ہیں۔ یعنی اسلام پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جبکہ اس کا سورج ڈوب جائیگا۔ جیسا کہ آنحضرت کے تین صدیاں بعد اسلام کی حالت رہی۔ اس وقت اگرچہ اصل روشنی نہ رہی مگر شفق کی حالت تھی۔ بڑے بڑے نیک بڑے ائمہ دین پیدا ہوئے۔ لیکن پھر ایک وقت ایسا آیا جبکہ اسلام پر رات آگئی۔ بڑی بڑی تکلیفیں اور مصائب مسلمانوں پر آئے پھر اتنی حالتوں کے بعد تیرھویں یا چودھویں رات کا چاند نکلا (یعنی تیرھویں صدی میں مسیح موعود پیدا ہوئے۔ اور چودھویں میں انھوں نے دعوے کیا) ہم ان تمام باتوں کو شہادت

کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ کہ اس طرح اسلام کے زمانہ عروج کے بعد ابتر حالتیں گذرینگی اور جب چودھویں کا چاند نکلے گا تب پھر اس کی ترقی شروع ہوگی ؁

آجکل اہل یورپ اپنی سچائی کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم نے ترقی کی ہے اور مسلمان تنزل میں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسلمانوں کا تنزل بھی اسلام کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس تنزل کی بابت بہت پہلے خبر دیگئی تھی کہ مسلمانوں کی ایک حالت نہیں رہے گی۔ بلکہ اس اس طرح انکی حالت میں تغیر پیدا ہوتا رہے گا ؁

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

اللہ تعالیٰ کفار کو فرماتا ہے کہ جب مسلمانوں کی وہی حالت ہوئی جو ہم نے پہلے سے بیان کردی ہوئی تھی۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے اور اسلام کو سچا مذہب نہیں سمجھتے ؁

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝

اور ان کو چاہیئے کہ جس وقت قرآن پڑھا جائے یعنی جب قرآن شریف کی پیشگوئیاں سچی ہوں تو خدا تعالیٰ کے آگے سجدہ کرنے کے لئے جھک جائیں لیکن وہ ایسا نہیں کرتے ؁

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ۝

بلکہ یہ کافر لوگ تو پھر بھی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن منجانب اللہ نہیں

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ کہ اپنے دلوں میں بھرتے ہیں یعنی جو کچھ انکے خیالات ہیں ؁

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝

پس ایسے لوگوں کو بڑے دردناک عذاب کی خبر دے دو ؁

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

ہاں جو مومن ہونگے ان کو اس تنزل کے بعد پھر ترقی شروع ہوگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ ایمان لانے کے ساتھ وہ عمل صالح بھی کریں۔ پھر انکو ایسا اجر ملے گا۔ کہ وہ کاٹا نہیں جائے گا ؁

سُورَةُ البُرُوج رکوع اول

(۱۰ جون ۱۹۱۴ء)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بعثت سے کام اور اوامر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے ہوتے ہیں جو مقدر ہوتے ہیں۔ اور اپنے وقت پر ظاہر ہوتے ہیں۔ لوگ اس حکمت کو نہیں سمجھتے۔ کہ کیوں ان کاموں کے لئے اوقات مقرر ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ جلدی کیوں نہیں ہو جاتے۔ حالانکہ دیر میں بھی بڑی بڑی حکمتیں ہوتی ہیں۔ قرآن شریف میں ایک جگہ خدا تعالیٰ نے اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ کیوں عذاب جلدی نہیں آتا۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں دیا ہے کہ یہ شخص ہماری طرف سے رسول ہے اور بہت معزز رسول ہے۔ اور اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اسکے اختیار میں عذاب کیوں نہیں تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ عالم الغیب نہیں ہے۔ چونکہ انسان عالم الغیب نہیں ہوتا۔ اگر عذاب دنیا اس کے اختیار میں ہوتا تو یہ جلد بازی سے کام لیکر بہت سے ایسے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیتا۔ جن کو توبہ نصیب ہونی تھی۔ واقعہ میں جس کو آئندہ کا علم نہ ہو اور اسکے اختیار میں عذاب ہو تو وہ تمام دنیا کو ہی ہلاک کر دے۔ اور اگر انکار کی وجہ سے فوراً ہی عذاب نازل ہوتا تو دنیا میں راستی اور ہدایت ہرگز نہ پھیل سکتی۔ کیونکہ پہلے پہل تو انبیاء کا انکار ہی ہوتا ہے۔ اور معدودے چند آدمی مانتے ہیں۔ اگر اس وقت عذاب آکر ان کو تباہ کر دے۔ تو رسول کا فیضان کس طرح پھیل سکے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے عذاب کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہوتا ہے۔ پہلے لوگ انبیاء کا انکار کرتے ہیں۔ اسلئے تھوڑا تھوڑا عذاب مختلف رنگوں اور مختلف اوقات میں آتا ہے۔ اور جن کو ہدایت ہونی ہوتی ہے۔ وہ مان لیتے ہیں۔ لیکن جب لوگ انبیاء کو دکھ دینا اور حد سے بڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو پھر سخت عذاب آتا ہے۔ جس کو دیکھ کر بہت لوگ مان جاتے ہیں۔ اور جو شریر ہوتے ہیں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اگر فوراً ہلاکت آجائے۔ تو صرف چند صدیق جو اول اول مان لیتے ہیں بچ رہیں۔ اور باقی تباہ ہو جاویں تو پھر ترقی کس طرح ہو۔ ہم اسی زمانہ میں دیکھتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا۔ تو پہلے صرف چالیس آدمیوں نے بیعت کی۔ تو اگر اس وقت عذاب آجاتا اور تمام دنیا تباہ ہو جاتی تو ان چالیس آدمیوں کے سوا اور کون اس سلسلہ میں داخل ہوتا لیکن ایسا نہیں ہوا جوں جوں لوگ سمجھتے گئے۔ اس سلسلہ میں داخل ہوتے گئے۔ اور ان ہی میں سے جو کافر کہتے تھے۔ مسیح موعود کو مان گئے۔ اور بعض ایسے آدمی احمدی ہوئے جنہوں نے اپنے حالات سنائے کہ کسی احمدی کو دیکھ کر ہماری آنکھوں میں خون اتر آتا تھا۔ تو اگر وہ پہلے انکار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے تو پھر سلسلہ کی ترقی کیونکر ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو لوگ بعد میں ایمان لائے وہ کوئی معمولی انسان نہ تھے۔ عمرو بن عاص کا واقعہ آنکھوں کے سامنے پھرتا ہے۔ وفات کے وقت وہ اپنے بیٹے کو کہتے ہیں کہ ایک وقت تھا کہ جبکہ تمام روئے زمین پر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جیسا برا آدمی مجھے کوئی نہیں نظر آتا تھا۔ لیکن ایک وقت آج ہے جبکہ آپ ایسا پیارا میرے لئے صفحہ روزگار پر نہیں ہے پھر یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایسے بڑھے کہ کہتے تھے کہ اگر آج کوئی مجھ سے آنحضرت کی شکل پوچھے۔ تو میں نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ آپکے رعب۔ جلال اور ادب کی وجہ سے میں نے کبھی نظر بھر کر آپکے چہرہ کو نہیں دیکھا تھا ؁